امام ابو عیسیٰ ترمذی

۲۰۹ھ - ۲۷۹ھ

عبدالرشید عراقی

جامع ترمذی امام ابو عیسیٰ ترمذی کی تصنیف ہے اور صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے۔ جامع اس کتاب کو کہا جاتا ہے جس میں ۸ قسم کے مضامین ہوں۔

(۱) سیر۔ (۲) آداب۔ (۳) تفسیر۔ (۴) فتن۔ (۵) احکام۔ (۶) عقائد۔ (۷) اشراط۔ (۸) مناقب۔

امام ترمذی نے جس دور میں جامع ترمذی مرتب کی۔ اس وقت حدیث کے مختلف مجموعے ان سے پہلے مرتب ہو چکے تھے۔ مثلاً موطا امام مالک (م ۱۷۹ھ)، مسند ابو داؤد طیالسی (م ۲۰۴ھ)، مصنف عبدالرزاق بن ہمام (م ۲۱۱ھ)، مسند عبداللہ بن زبیر حمیدی (م ۲۱۹ھ)، سنن دارمی (م ۲۵۵ھ)، مصنف ابن ابی شیبہ (م ۲۳۵ھ)، مسند احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)، الجامع الصحیح البخاری (م ۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح المسلم (م ۲۶۱ھ) سنن ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) اور سنن ابی داؤد (م ۲۷۵ھ) وغیرہ۔

امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) نے اپنی نہج پر الجامع الصحیح البخاری مرتب کی۔ امام مسلم (۳۶۱ھ) نے اپنا ایک علیحدہ لائحہ عمل تیار کیا اور الجامع الصحیح المسلم مرتب کی۔ امام ابن ماجہ (م ۲۷۳ھ) نے اپنی راہ الگ نکالی اور سنن ابن ماجہ ترتیب دی اور امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ) نے بھی سنن ابی داؤد مرتب کرتے وقت اپنی ایک نئی راہ متعین کی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا (م ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں کہ

صحاح ستہ کے مؤلفین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق اپنی اپنی کتابوں کا انتخاب کیا ہے۔ حضرت امام بخاری کے پیش نظر طرق استنباط و استخراج مسائل ہے۔ جو ان کے تراجم ابواب سے ظاہر ہے۔ اہل درس کا مشہور مقولہ ہے کہ بخاری کی ساری کمائی ان کے تراجم میں ہے اسی طرح امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحیح احادیث کو مختلف اسانید سے یک جا بیان کر دیا ہے۔ امام ابوداؤد نے ائمہ کے مستدلات کو موضوع قرار دیا ہے۔ امام ترمذی کا مقصد بیان مذاہب اور امام نسائی کی غرض علل حدیث پر تنبیہہ کرنا ہے ابن ماجہ نے غیر معروف روایات کو بیان کرنا اپنے پیش نظر رکھا۔ (لامع الدراری ص ۲۵)

جامع ترمذی صحاح ستہ میں شامل ہے اور ترتیب کے لحاظ سے علمائے کرام نے اس کو بخاری و مسلم کے بعد رکھا ہے۔ علمائے کرام نے ترمذی کے بارے میں کہا ہے کہ

جامع ترمذی صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ فائدہ بخش ہے۔ اس لئے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے صرف صاحب کمال اور صاحب نظر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور امام ترمذی نے جامع ترمذی میں احادیث کی ضروری شرح بھی کر دی ہے اس سے عام علمائے کرام وغیرہ مستفید ہو سکتے ہیں۔ (مقدمہ تحفہ الاحوذی ص ۱۷۸)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے جامع ترمذی مرتب کر کے علمائے حجاز کے سامنے پیش کی۔ تو انہوں نے اس کی بہت تعریف کی اور علمائے خراسان کے سامنے بھی پیش کی تو انہوں نے بھی اس کی توصیف کی اور علمائے کرام نے

امع ترمذی کے بارے میں کہا ہے کہ

جس گھر میں یہ کتاب ہو، گویا اس میں نبی کریم ﷺ گفتگو فرما رہے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۲۰۸)

جامع ترمذی کی خصوصیات بہت ہیں مثلاً اس میں احادیث کا تکرار بہت کم ہے۔ ترتیب بہت عمدہ ہے مذ ، ب فقہاء کا بیان بھی ہے اور ان کے دلائل کا تذکرہ بھی۔ احادیث کے ساتھ ان کا درجہ بھی بیان کیا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج۱ ص۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

امام ابو عیسٰی ترمذی نے جامع ترمذی میں بخاری، مسلم اور ابوداؤد کی بعض خصوصیات کو اپنی کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ بخاری و مسلم کے طریقہ پر متون اور اسناد کے ابہام کی تفصیل بیان کی ہے اور ابو داؤد کے طریقہ پر ان احادیث کو جمع کیا ہے جن پر کسی کا عمل ہے۔ فقہا کے مذاہب کو بھی بیان کیا ہے۔ طرق حدیث کا اختصار بھی کیا ہے اور ہر حدیث کے بارے میں یہ بھی بتایا ہے کہ وہ کس درجہ کی ہے۔ غرض انہوں نے صاحب علم کے لئے کوئی چیز مخفی نہیں چھوڑی۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جامع ترمذی مجتہد کے لئے کافی ہے اور مقلد کے لئے دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج۱ ص۱۲۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں کہ

جامع ترمذی حدیث کی بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہیں اس لئے کہ اس میں حدیثوں کا تکرار بہت کم ہے۔ فقہائے کرام کے مذاہب کا بیان بھی ہے حدیث کی اقسام بیان کی ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن، ضعیف ہے یا غریب

اور راوی کے نام، القاب، اور کنیتوں وغیرہ کا بھی بیان ہے اور علم رجال کے متعلق کئی اور فوائد بھی بیان کئے ہیں۔ (بستان المحدثین ص ۱۲۱)

امام ترمذی کی علمی جلالت اور جامع ترمذی کی خصوصیات کے باوجود بعض محدثین نے تنقید بھی کی ہے اور اس میں سرفہرست امام ابن حزم (م ۴۵۶ھ) ہیں اور انہوں نے امام ترمذی کو مجہول کہہ دیا ہے۔ محدثین کرام نے امام ابن حزم کے قول کو رد کر دیا ہے۔ علامہ ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں کہ

حافظ ابو عیسیٰ ترمذی کی ثقاہت متفق علیہ ہے۔ اور ابن حزم کا قول ناقابل توجہ ہے۔ درحقیقت ابن حزم ان کی کتاب جامع و علل سے واقف ہی نہ تھے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۱۷)

بہرحال جامع ترمذی صحاح ستہ کا رکن عظیم ہے اور بخاری و مسلم کے بعد اس کا درجہ ہے۔

هو ثالث الكتب الستہ فى الحديث۔ (تحفتہ الاحوذی ص ۲۰۰)

صحاح ستہ میں اس کا تیسرا درجہ ہے۔

اور حافظ ابن صلاح (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں

كتاب ابى عيسىٰ اصل فى معرفتہ الحديث الحسن۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۳)

یعنی امام ترمذی کی کتاب حدیث حسن کی معرفت کے لئے اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اہل علم شعراء نے جامع ترمذی کی تعریف میں قصائد لکھے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) اور محی السنہ امیر الملک والد جاہی حضرت مولانا

سید نواب صدیق حسن خان قنوجی رئیس بھوپال (م۱۳۰۷ھ) نے اپنی اپنی کتابوں میں یہ قصائد نقل کئے ہیں۔ (بستان المحدثین شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ص ۱۲۲) الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ۔ نواب صدیق حسن خاں ص ۱۰۴)

جامع ترمذی کی اہمیت کے پیش نظر علمائے کرام نے اس کی طرف خاص توجہ کی ہے اس کی شرحین لکھیں۔ حواشی لکھے۔ مختصرات مرتب کئے اور اس کے مشکلات حل کئے اور اس کے مختلف پہلوؤں پر معلومات کا بیش قیمت ذخیرہ فراہم کیا اس کی مشہور شروح میں حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ شبیلی المعروف ابن العربی (م۵۴۶ھ) کی شرح عارضۃ الاحوذی ہے یہ شرح مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ دوسری شرح مولانا عبدالرحمان محدث مبارک پوری (م۱۳۵۲ھ) کی تحفہ الاحوزی ہے۔ یہ شرح چار جلدوں میں ہے اور اس کا مقدمہ علیحدہ ہے۔ جو بیش قیمت علمی معلومات کا خزانہ ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے خدمت حدیث کے سلسلہ میں جو اہم کارنامے سرانجام دیئے۔ قدرت نے آپ کے لئے تمام سامان فراہم کئے۔ ایک طرف ان کو ایسے باکمال اور صاحب علم و فضل اساتذہ و شیوخ سے استفادہ کا موقع میسر آیا۔ دوسری طرف ان کا حافظہ بہت قوی تھا۔ ارباب سیر اور تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کے حافظہ کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ (مقدمہ تحفتہ الاحوذی ص ۱۶۷)

حضرت امام ترمذی نے یوں تو بہت سے اساتذہ و شیوخ سے استفادہ کیا۔ لیکن جس سے ان کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچا وہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م۲۵۶ھ) ہیں۔ امام ترمذی ان کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔ ان کے فیض صحبت سے امام ترمذی نے بہت فائدہ اٹھایا۔ امام ترمذی

نے اپنے حافظہ کی بنا پر اور اپنے ذوق و شوق اور تلاش و جستجو سے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری سے بہت استفادہ کیا اور اپنے عہد کے امام ہوگئے۔

حافظ شمس الدین ذہبی (م۷۴۸ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانی (م۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ

امام بخاری کے بعد خراسان میں ان سے بڑا کوئی محدث نہ تھا۔

مات البخاری ولم یخلف بخراسان مثل ابی عیسی فی العلم و الورع

وہ امام بخاری کے خلیفہ شمار کئے جاتے تھے۔ اور امام بخاری کو اپنے اس مایہ ناز شاگرد پر ناز تھا۔ اور انہوں نے امام ترمذی کو خود ان الفاظ میں سند عطا کی تھی کہ تم نے مجھ سے جتنا فائدہ حاصل کیا ہے اور کسی نے حاصل نہیں کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ ذہبی ج۲ ص۲۰۸۔ تہذیب التہذیب ابن حجر ج۹ ص۳۸۹)

حضرت امام ترمذی علم و فضل، حفظ و ثقاہت، عدالت و امانت کے ساتھ ساتھ زہد و تقویٰ میں بھی ممتاز تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں

تورع و زہد بحدے داشت کہ فوق آں متصور نیست نجوف الھی بسیار گریہ و زاری کرد ونابنیا شد۔ (بستان المحدثین ص۱۲۱)

یعنی زہد و تقویٰ اس درجہ کا حاصل تھا کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور خوف الہیٰ سے بکثرت گریہ و زاری کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔

حدیث امام ترمذی کا خاص فن تھا اور اس میں آپ صاحب کمال تھے۔ لیکن

تفسیر اور فقہ میں بھی بہت ممتاز تھے۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں ابواب تفسیر کے تحت آیات قرآنی کے متعلق جو احادیث نبوی اور آثار صحابہ جمع کئے ہیں ان سے تفسیر کے متعلق ان کے علم کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ امام ترمذی تفسیر میں کامل دستگاہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی صاحب کمال تھے۔ اور آپ ایک بہت بڑے مجتہد فقیہہ تھے۔ ان کے تفقہ پر ان کی جامع ترمذی شاھد ہے۔ جو صرف حدیث ہی کا مجموعہ نہیں بلکہ فقہی اجتہاد کی بھی کتاب ہے۔ اس میں آپ نے مختلف ائمہ کرام کے فقہی مذاہب اور ان کے استنباطات اور دلائل کو جمع کر دیا ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کا نام محمد بن عیسیٰ ہے۔ ترمذ شہر ان کا مولد ہے۔ جو خراسان کا مشہور شہر ہے خراسان ارباب کمال اور صاحب علم و فضل کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے بہت سے ناموران علم اسی خاک سے اٹھے۔ امام ترمذی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے۔

امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں علم حدیث چار وانگ عالم میں پھیل چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے تو حدیث کے لئے مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م۲۵۶ھ) جیسے باکمال محدث کی مسند علم بچھ چکی تھی۔ امام ترمذی نے جب شعور کی آنکھیں کھولیں تو آپ کو علم حدیث کی تحصیل کا شوق دامنگیر ہوا۔ چنانچہ آپنے تحصیل حدیث کے لئے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر (م۸۵۶ھ) لکھتے ہیں

طاف البلاد و سمع خلقا من الخراسانین والعراقین والحجازین۔ (تہذیب التہذیب ج۹ ص۳۸۹)

آپ نے خراسان، عراق اور حجاز کے ممالک کا سفر کیا اور وہاں کے ارباب کمال سے استفادہ کیا۔

امام ترمذی نے اپنے زمانے کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا۔ اس لئے ان کے اساتذہ و شیوخ کا استقصاء دشوار ہے تاہم آپ کے مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م۲۵۶ھ)، امام مسلم بن حجاج (م۲۶۱ھ)، امام ابوداؤد سجستانی (م۲۷۵ھ)، ابوبکر محمد بن بشار بصری (م۲۵۲ھ)، ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی (م۲۵۵ھ)، امام قتیبہ بن سعید (م۲۴۰ھ)۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۶۷)۔

جس طرح امام ترمذی کے اساتذہ و شیوخ صاحب
کے تلامذہ کا حلقہ بھی بہت وسیع تھا۔ اور ان کے تلامذہ میں
علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمیوں کے نام
حجر (م۸۵۲) نے تہذیب التہذیب میں آپ کے تلامذہ کی فہرست
(تہذیب والتہذیب ج۹ ص ۲۸۷)

امام ترمذی کا زمانہ ائمہ اربعہ کے بعد کا ہے۔ اس لئے وہ کسی کے
بلکہ مجتہد تھے۔ بعض مسائل میں امام احمد بن حنبل (م۲۴۶ھ) اور اما
(م۲۰۴) کی تائید کی ہے۔ اور اس پر بعض محدثین اور علمائے کرام کو یہ گما
کہ آپ شافعی تھے۔ جیسا کہ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (م۱۹۳۲ء) نے آ
کو شافعی لکھا ہے۔ (العرف الشذی ص ۴)۔ لیکن جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ امام ترمذی امام بخاری کے خاص شاگردوں میں سے تھے اور ان پر بھی مجتہدانہ رنگ غالب ہے اور آپ مجتہد مطلق تھے اور اس کی دلیل محدثین کرام اور ارباب سیر